تفسیر لوامع التنزیل فارسی

ہر ایک پارہ قرآن کی ایک جلد تفسیر کیگئی ہے بعد ترجمہ کے شان نزول پھر الفاظ کے لغوی و اصطلاحی معنے پھر قرائت و ماقبل سے اتصال بیان کیا گیا ہے اُسکے بعد تمام صحابہ و مفسرین کے اقوال مختلفہ لکھکر براہین عقلیہ و نقلیہ سے ان میں محاکمہ کرتے ہوئے مفسر علامہ نے مطابق مذہب اہلبیت علیہم السلم کے اپنا قول ثابت کیا ہے اور یہود و نصاریٰ و مجوس و ہنود و آریہ و نیچریہ و مرزائیہ و چکڑالویہ و معتزلہ و حشویہ و قدریہ و جبریہ و حنابلہ و اشعریہ و غالیہ و صوفیہ غرض ہر فرقہ کے تمام اعتراضوں کے محققانہ و فلسفیانہ دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔ اور عقلی و نقلی تیز حربوں سے ایسی طرح انکی رگ حیات کو کاٹ ڈالا ہے کہ قیامت تک پھر ہنگامہ آرائی کی انہیں جرأت پیدا نہ ہوسکیگی حسن عبارت اور لطافت کلام سبحان اللہ سونے پر سہاگہ کا کام دے رہی ہے اسلئے ہر طبقہ کے لوگوں کیلئے یہ تفسیر نہایت مفید ہے عرب و عجم و ہند و پنجاب کے شیعہ و سنی علماء نے اعتراف کر لیا ہے کہ ایسی جامع العلوم اور کوئی تفسیر کسی فرقے میں نہیں لکھی گئی یہ تفسیر جملہ نکات تفسیریہ پر بکلی حاوی ہے اس تفسیر کو شروع سے بارہ پاروں تک بارہ جلدوں میں حضرت آیۃ اللہ فی العالمین کاسر اعناق الملحدین سلطان المتالہین مولینا حاجی السید ابوالقاسم قمی علیہ الرحمۃ نے تصنیف کیا ہے اور ان کے بعد جلد نمبر ۱۳ و نمبر ۱۴ و نمبر ۱۵ کو حجۃ الاسلام و المسلمین نجم الملت والدین مولینا ابوتراب السید علی الحائری مجتہد العصر و الزمان لاہوری مدظلہ نے تصنیف فرمایا اسوقت جلد نمبر ۱۶ آپکے زیر تصنیف ہے اور حسب ذیل مجلدات اسکی اسوقت تک طبع ہوچکی ہیں جلد نمبر ۱ ختم ہوچکی جلد نمبر ۲ (ختم) جلد نمبر ۳ (ختم) جلد نمبر ۶ (ختم) جلد نمبر [illegible] (ختم) جلد نمبر ۹ (ختم) جلد نمبر ۱۳ (ختم) جلد نمبر ۱۴ (ختم) جلد نمبر ۱۵ (ختم) باقی غیر مطبوع ہیں حجم ہر جلد کا ... صفحہ تقریباً ہوتا ہے۔ بتقطیع کلاں ڈبل ۲۹×۲۲ عمدہ اعلیٰ کاغذ پر طبع ہوئی ہے۔

محصول ڈاک بذمہ خریدار

المشتہر

آغا سید ابوالفضل الرضوی القمی مبارک حویلی لاہور پنجاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعوتِ حسینیہ

کشف راز ہر ایک عقل و بصیرت کا درک رکھنے والا واقف
ہے کہ مشاہدۂ عالم کا نمونہ ہے گا کائنات میں سے ہر ایک جزو اثرات خاص کا مخزن ہے ہر شے
ایک خصوصیت رکھتی ہے! اور ہر چیز میں کچھ نہ کچھ خواص پنہاں ہیں یہی اثرات و
تاثیرات ہیں جو امتیاز باہمی کا سنگ بنیاد ہیں اور یہی خواص ہیں جنکی بدولت ایک شے
دوسری سے ممتاز ہو جاتی ہے۔

کیا یہ ایک حقیقت واقعیہ نہیں کہ طبقات ارض مختلف حیثیتیں مختلف قوتیں
اور مختلف خواص رکھتے ہیں۔

ومن الجبال جُدَدٌ بیضٌ وحمرٌ مختلف الوانہا وغرابیب سود

یعنی پہاڑوں میں بعض سفید ہیں کہیں سرخ ایک دوسرے سے مختلف اللون اور
کہیں بالکل سیاہ بھجنگ ہیں تو یہی اختلاف لون اختلاف اثرات و خواص کا بھی
ضامن ہے کہ کوئی زمین شورہ زار ہے اور کسی کا دامن گلہائے رنگارنگ سے لبریز
کسی زمین میں قوت نامیہ اپنے پورے کمال پر نظر آتی ہے کہیں بالکل صفر اسی طرح
کوئی خطہ مردم خیز ہے اور کسی خطے نے سوائے انسان حیوانی کے دوسری قسم کا انسان

پیدا نہیں کیا۔

خطہ ہائے ارضیہ کے قوت وضعف اور اختلاف اثرات کا مسئلہ ذہن نشین کر لینے کے بعد یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں ہوسکتی کہ قوی زمین میں جو چیز پیدا ہوگی وہ صاحب قوت ہی ہوگی۔ مثلاً اگر اسے خارزار بنا دیا جائے تو اسکے کانٹے دوسرے مقامات کے کانٹوں پر سبقت لے جائیں گے اور اگر اسمیں پھولوں کی کیاریاں سجا دی جائیں تو وہاں کے پھولوں کی مہک اپنی عطر بیزی میں شہرہ آفاق ہوگی سبب اس کا بالکل ظاہر ہے وہ یہ کہ جب اصل قوی ہے تو فرع لامحالہ قوی ہوگی یا اس واقعیت کی تعبیر اب ان لفظوں سے بھی کرلو۔ کہ جس سرزمین سے شرارت کی چنگاریاں قوت کے ساتھ چمکیں گی اسی انداز پر وہاں سے نور سعادت کا بھی ظہور ہوگا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ جس سر زمین نے ابوجہل جیسے افراد پیدا کئے جو اپنی شرارت میں کامل تھے۔ اسی خطے سے کیا افراد سعدا بلکہ سرچشمۂ سعادت نے ظہور کیا۔ جس خطے نے عمر سعد جیسے بدبختوں کی پیدائش کی۔ اسی خاک نے مختار کو بھی دنیا کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ اگر تاریخ کا استقصا کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جہاں سے حق کی مخالفت میں آوازیں بلند ہوتی ہیں وہیں سے حق کی حمایت اور تائید بھی فطرتی اصول کے موافق ہوا کرتی ہے۔ فرعونی سرزمین سے موسیٰ کی نمود ایسی دلیل روشن ہے۔ جس سے کبھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اسی سلسلۂ بحث میں ہم سرزمین دہلی پر نظر ڈالتے ہیں اس خطہ کی عظمت میں کلام نہیں ہوسکتا۔ اس خطہ نے بھی کاملین کی تربیت میں خاص حصہ لیا۔ علم و ہنر کی پرورش اسکے آغوش میں ہوئی اور ایسی ہوئی کہ دنیا کی گردنیں اسکی طرف جھکتی نظر آئیں۔ مادی اور روحانی دونوں حیثیتوں سے جزیرہ نمائے ہند نے اسکو اپنا سرتاج سمجھا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس مادیت اور روحانیت کا رخ اشاعت باطل کی طرف تھا۔ آخر قانون قدرت نے اپنا جلوہ دکھایا۔ اور اس سرزمین سے اشاعت حق میں کوششیں شروع ہوئیں۔ اور جس

پیمانے پر ہوئیں وہ دنیا کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔

نہیق باطل نے فضائے ملک کا دورہ کرنا چاہا تھا کہ صور حقانی نے اسکی صداؤں کی گرفت اس شدومد سے کی کہ ناظرین وسامعین حق حیران رہ گئے۔ تحفہ کا اشاعت باطل کیلئے بصد کروفر نمودار ہونا اور نزہۃ کا اس کے مقابل میں ظہور کرنا ایک عجیب قدرت کی نیرنگی تھی۔ باطل اپنی لاف زنی سے آسمان سر پر اٹھالے لیکن نزہۃ کے ہاتھوں جو داغ بیٹھ چکا ہے وہ مٹائے نہیں مٹ سکتا۔ صاحب تحفہ نے اپنی دالنست میں میدان خالی پاکر مدمقابل پر کاری ضرب لگانی چاہی تھی لیکن قدرت کے ہاتھ کی خبر نہ تھی کہ وہ کس کس پیرائے میں اپنی نیرنگیاں دکھایا کرتا ہے۔

میرزا محمد دہلوی اعلی اللہ مقامہ کی تربیت خاکِ دہلی نے ہی کی تھی اور اس مجاہد باطل نے ایسی سرزمین میں رہ کر جہاں ہمیشہ سے باطل کو فروغ تھا تائیدِ حق کی وہ برق چمکادی کہ قیامت تک کیلئے باطل کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

تائید و اشاعتِ حق کا جو سلسلہ اس سرزمین سے شروع ہوا قدرت کو منظور نہ تھا کہ منقطع ہوجائے چنانچہ تھوڑا ہی عرصہ گذرنے کے بعد اوراق مخالف کے مقابل میں شیعہ کتب خانے کی بنیاد پڑ گئی مولوی میر علی حسین مرحوم اعلی اللہ مقامہ نے سرکاری ملازمت سے مستعفی ہو کر دہلی میں پریس قائم کیا اور قدرت کو جو کام اس پریس سے لینا تھا وہ لیا گیا۔

اس پریس اور کتب خانے کو آج ہم کسی نگاہ سے دیکھیں لیکن غور و فکر کی نگاہ کہہ رہی ہے کہ خاص دہلی میں شیعہ پریس کا افتتاح اور شیعہ کتب خانے کا قیام اسمیں کوئی نہ کوئی رازمضمر تھا ورنہ بظاہر اور بہت سے مقامات تھے جہاں شیعوں کے جتھے موجود تھے یا سنیں موجود تھیں مگر نہیں اسمیں راز یہی تھا کہ اسی مقام سے صیحۂ حقانی کا بلند ہونا لازم ہے جہاں سے باطل کی آوازیں بلند ہو رہی ہوں۔ تفسیر شائع ہوئی۔ ترجمہ قرآن چھپا۔ اور

کتب مناظرہ کی اشاعت پر خاص توجہ کیگئی جسکی ان دنوں سخت ضرورت تھی۔

مولانا مولوی السید عمار علی صاحب اعلی اللہ مقامہ اس سلسلے میں خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں جنہوں نے اولاً ارشادات آئمہ متعلق بہ تفسیر قرآن کو زبان اردو میں لانیکی ضرورت محسوس کی اور اسی شہر سے اس تفسیر کی اشاعت بھی عمل میں آئی۔

یہ تحریری جہاد تو ہو ہی رہا تھا۔ کہ قدرت نے دوسرے میدان کو خالی رکھنا گوارا نہ کیا مولانا السید آفتاب حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ اس شہر میں بہ سلسلہ ملازمت تعلیمی تشریف فرما ہوئے جنکی سحر بیانی ایک مدت تک رونق منبر رہی اس بزرگوار کا ایسے شہر کے لئے منتخب ہو جانا کچھ نہ کچھ معنی رکھتا ہے۔ یہ آفتاب علم و ہنر جب غروب ہوا تو اپنا قائم مقام ایسے شخص کو چھوڑا جس سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔

مولوی السید مقبول احمد صاحب اعلی اللہ مقامہ سے کون شیعہ ہوگا جو واقف نہیں ہے اس ہند گوارے وامن باطن نے آنکھ کھولی اسی میں نشو ونما پائی۔ مگر آخر حقانیت کیطرف میلان ہوا اور وہ جس رنگ سے ہوا وہ اہل عالم سے مخفی نہیں۔

سرزمین دہلی سے اس مرحوم کا اٹھنا اور دوسروں کو بھی اپنی طرف جذب کرتے ہوئے اٹھنا ہم تو اسکو نشان الٰہی سے ہی تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ اس سرزمین سے حق و صداقت کی آوازوں کا بلند ہونا قدرت کے منظور نظر ہے۔

جہاد لسانی سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر میدان تحریر کی طرف نظر ڈالی جائے تو ۱۹۱۵ء میں اخبار اثنا عشری کا اجراء ایک عجیب و غریب حقیقت رکھتا ہے۔ بنو امیہ کی گروہ آوازیں ... سے بلند ہونے والی ... اور ... حقیقت عالم کو چھپانے کی ناکام کوشش کا نتیجہ پیدا کرتا تھا۔ بکار شہادت کرتے ہوئے دنیا کو اندھا بنانے کے نشے ابھی ہوش نہ تھے۔ کہ اس اخبار کی اشاعت عمل میں آگئی۔ اسوقت شیعوں کے پاس صرف یہی اکیلا ہفتہ وار اخبار تھا جس نے حق کی حمایت میں کامل سرگرمیاں دکھائیں

منکرِ شہادت کے فریب کو عالم آشکار کیا۔ ہر ہفتہ گردنِ باطل پر ایک تیغ وار لگایا۔ دلائل و براہین کے ذخیرے دنیا کے سامنے رکھے۔ رسائل شائع کئے۔ زورِ قلم سے مخالف کا منہ موڑ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالف نے ہمیشہ کے لئے پردۂ عدم میں منہ چھپا لیا۔ اس کی ہم نشینیں جیا عنقود ہو گئیں۔ اس کے خیالات باطلہ تاریکی میں لپٹ گئے۔ یا یوں کہو کہ اسی کے نقطوں میں اسے سانپ سونگھ گیا۔

غیر انکاری تحریک تو مردہ ہو چکی تھی لیکن اب اس کے نشان اس صورت میں نمودار ہوئے کہ محرم کے موقعہ پر عزاداری کی مخالفت میں مضامین اور اشتہارات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ پنجاب میں اخبار وکیل امرتسر اور اہلحدیث اس تحریک کے مشہور حامیوں بلکہ سرپرستوں میں شمار ہونے لگے۔ ان حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے

حُسینی مشن کی بُنیاد

ڈالی گئی۔ اور اس کی ابتدا اس طرح کی گئی کہ محرم کے موقعہ پر فلسفۂ عزا و شہادتِ حسینؑ کے متعلق رسائل شائع کئے جائیں۔ چنانچہ اسوقت تک اس سلسلے کے بارہ رسالے ملک کے ممتاز اہلِ قلم کے ہاتھوں سے نکلکر شیعہ پبلک کے سامنے آچکے ہیں۔ اور پسندِ عام کا تمغہ حاصل کر چکا ہے۔ اس تحریک کے لئے قدرت نے سرزمین دہلی کو انتخاب کیا۔ اور اسی اصول کے انتخاب کیا جس کا ذکر ہو چکا ہے۔

شدتِ تحریک و قوتِ عمل

سطورِ بالا سے اس خاکے کی کیفیت آپ پر آشکار ہو چکی ہوگی۔ جو سرزمین دہلی پر حمایت مذہب حقہ میں اسوقت تک نقش پذیر ہو چکا ہے۔ خصوصاً وہ آخری کام یعنی حُسینی مشن اپنی نوعیت کی پہلی چیز ہے جس کا ظہور سرزمینِ دہلی میں ہوا۔ اور اس نے اپنی زندگی کی بارہ منزلیں

نہایت سکوت اور متانت کے ساتھ طے کرلیں۔ قوم کو وقتاً فوقتاً اسکی طرف توجہ دلائی جاتی رہی اور افرادِ قوم نے کچھ نہ کچھ اس آواز پر حرکت ضرور کی۔

واضح رہے کہ اس مشن کی بنیاد رکھتے وقت محض اتنا ہی کام پیش نظر نہ تھا کہ عزاداری سید الشہداؑ کے متعلق فقط رسالے شائع کرکے اس فرض سے سبکدوشی حاصل کرلی جائے بلکہ اس کا مقصد اقصیٰ کچھ اور بھی امور تھے۔ جنکو پہلے بھی مجملاً زینت قرطاس کردیا گیا تھا اور آج تفصیل کے ساتھ انہیں ہدیۂ ناظرین کرکے اس تحریک کو تقویت اور قوم کو قوتِ عمل کی دعوت دیجاتی ہے۔

حسینی مشن کا مقصد اقصےٰ

اس مقدس مشن کا مقصد اعلےٰ دریافت کرنے کے لئے اولاً آپکو اس بزرگ کے کارنامے کا مقصد معلوم کرنا چاہیئے جس سے یہ مشن منسوب ہے۔ مدتوں سے اہل نظر اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں۔ کہ واقعۂ حسینیہ کے پردے میں احیائے اسلام کا راز پنہاں تھا جبکہ مسلم نما کفار بربادیٔ شریعتِ محمدیہ کی تدبیریں کرچکے تھے۔ جبکہ اخلافِ مشرکین عرب استیصالِ اسلام کا سنگِ بنیاد رکھ چکے تھے۔ جبکہ اخلاق جاہلیت کے احیا کی کوششیں ہورہی تھیں جبکہ بڑی حد تک وہ نصب العین پورا ہونے والا تھا جو پیغمبر اسلامؐ کے برخلاف ابوجہل کی کوششوں سے قائم کیا گیا تھا جسکی بنا پر ہجرت عمل میں آئی تھی۔ اسوقت پیغمبر برحقؐ کے حقیقی جانشین نے اس فرض کو پورا کردیا۔ جو اس کے ذمے قدرت کیطرف سے عائد کیا گیا تھا اور اسطرح اہل بصیرت کے نزدیک دینِ محمدی کو دینِ حسینی بنالیا۔ بس اس حقیقت واقعیہ کو سمجھ لینے کے بعد معلوم ہوجانا چاہیئے کہ حسینی مشن کا مقصد اقصیٰ کیا ہوگا اور اس مشن کا نصب العین کونسی منزل ہوگی۔

ملت شیعہ کی ترقی کا راز تلاش کرنے والوں نے فتویٰ لگایا ہے کہ واقعہ حسینی اور اس

کی یادگار تازہ کرنے سے اس فرقہ نے قابلِ رشک ترقی کی ہے لہٰذا اس مشن کی غرض اصلی یہی ہوگی کہ ترقی ملت کے اسباب پیدا کئے جائیں۔ اس نصب العین کو فراموش نہ کیا جائے جو نواسۂ رسولؐ کے پیش نظر تھا۔ اور اس روحانیت کا سبق یاد دلایا جائے جسے انصار ان حسینی نے بھوکے پیاسے رہ کر پڑھا تھا۔

دنیا اسوقت سیاسیات کے نشے میں مبتلا ہے اس حالت سرشاری میں وہ روحانیت اور درستی اخلاق کو اپنا نصب العین قرار دینے کا اعلان کر رہی ہے اور یہ اعلان کرنے والے ذاتِ حسینیہ کو ہم سے مستعار مانگ رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے نہایت کشادہ پیشانی کے ساتھ حسینی دسترخوان پر دعوتِ عام کا اعلان کر دینا چاہئے تاکہ ہر شخص اس سعادت میں سے حصہ لے سکے۔ اور اس طرح امر معروف و نہی منکر کا فرض ادا ہو جائے۔

اب ہم تفصیل کے ساتھ اس مشن کے کاموں کی فہرست پیش کرتے ہیں۔

(۱) تمام ہندوستان میں دورہ کرکے مواعظ حسنہ سے شیعہ پبلک کو فائدہ پہنچایا جائے اور تمام مسلمانوں کو مذہبی حیثیت سے ایک مرکز پر جمع ہونے کا رستہ بتایا جائے۔

(نوٹ) ان مواعظ میں ہر فرقہ کا انسان شامل ہو کر فائدہ اٹھا سکیگا۔ اور کسی فریق کو بھی جائز شکایت کا موقعہ نہ دیا جائیگا اس لئے کہ جذب و کشش کے اصول تنفر و تنافر کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

اس مقصد کی خوبی میں کسی اہل عقل کو کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن جسقدر یہ مقصد اعلےٰ ہے اُتنا ہی ہماری توجہ کا محتاج ہے بلکہ یوں کہو کہ قومی سلیقہ کا اسی مقصد کے ذریعے سے امتحان ہو سکتا ہے۔

اس قسم کے واعظین حسینی مشن کے ماتحت روانہ کئے جائیں گے اور انکے اخراجات کا ذمہ دار یہی مشن ہوگا۔ پبلک صرف معمولی آسانیاں بہم پہنچانے کی ذمہ دار ہوگی۔ پروگرام پہلے سے

شائع کر دیا جائیگا۔ اور اس مقام کے با اثر حضرات کو اطلاع دیجائیگی جہاں یہ مشن روانہ ہوگا۔ ان واعظین کی تقریریں زیادہ تر توحید و عدل و نبوت و امامت غرض اصول کے متعلق ہوا کرینگی۔ مگر اسکے یہ معنی نہ ہونگے۔ کہ فروعات کو نظر انداز کیا جائیگا۔ بلکہ ہر مسئلہ پر علمی حیثیت سے تقریریں ہوا کرینگی۔

(۲) اصول و فروع مذہب شیعہ کے متعلق نہایت مدلل۔ مختصر اور سلیس رسائل سردست اردو زبان میں شائع کئے جائیں گے۔ اور انہیں اصلی لاگت پر فروخت کیا جائیگا۔ کام چل نکلنے کی صورت میں دوسری زبانوں میں بھی انکے ترجمے شائع ہونگے۔ اور اس تحریری تبلیغ کو تا حد امکان وسعت دیجائیگی۔

(نوٹ) سردست مندرجہ ذیل عناوین پر رسالے لکھے جا چکے ہیں۔

(۱) توحید (۲) دعا (۳) عدل (۴) معجزہ (۵) تناسخ (۶) تقیہ (۷) التکلیف و العبادہ (۸) جبر و اختیار۔ مصنف رسائل کا دعویٰ ہے کہ اس سے پہلے ان مضامین پر اس رنگ سے خامہ فرسائی نہیں ہوئی۔ اور یہ مطالب زبان اردو میں نہیں آئے اس دعویٰ کی تصدیق خود مبصرین کریں گے۔

فرقوں کی ترقی کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ جس قوم اور فرقہ کا لٹریچر دنیا میں کثرت کے ساتھ شائع ہوگا۔ اس کے ہمخیالوں کا دائرہ یقیناً وسعت اختیار کریگا چنانچہ دنیا کے موجودہ فرقے اس راز کو سمجھ چکے ہیں۔ اور ہر فرقہ بقدر امکان اس معاملے میں کوشاں نظر آتا ہے۔ بلکہ بعض حدیث العہد فرقے اس مسئلہ پر خاص توجہ کر رہے ہیں جسکا نتیجہ بالکل ظاہر ہے۔ اور انکا حلقہ روز بروز ترقی پذیر ہے۔ گو یہ رنگت عارضی ہے۔ اس میں استحکام و استقلال نہیں۔ مگر آخر کوشش اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتی یہی کوئی سبب نہیں ہے۔ کہ دنیا کے سامنے صداقت پیش کیجائے۔ اور اس کے قبول کرنے کے لئے کسی طرف سے لبیک کی صدائیں بلند نہ ہوں اگر ہم یہ یقین کرلیں۔ کہ تمام دنیا میں کوئی فرد بھی

سعادت کا خواہاں اور جویا نہیں ہے اسوقت البتہ ہمیں اس تحریک سے قطعاً دست بردار ہو جانا چاہئے لیکن ایسا یقین کر لینا ہی غلط اور بالکل غلط ہے اس لئے ہمیں اس میدان میں کافی جد و جہد کرنی پڑیگی۔ اور اگر ایکسال ہی کوشش کرنے کے بعد ہم نے اس کے نتیجہ پر غور کیا۔ تو یہ پیشین گوئی بالکل صحیح نکلیگی کہ نتیجہ مایوس کن نہیں بلکہ ہمت افزا ہوگا۔ کیا سبب ہے کہ جس سرچشمہ سے دنیا سیراب ہو رہی ہو اس سے ہمیں پیاسے واپس جائیں۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ان رسائل کی اشاعت تاجرانہ اصول پر نہ ہوگی۔ کیونکہ اس پر وہ فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا جو پیش نظر ہے بلکہ ان کی اشاعت مشن ہی کے اصول پر عمل میں آئیگی۔ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں پر انکی اشاعت کا انتظام عمل میں آئیگا۔ اور کوئی بڑا شہر یا قصبہ نہوگا جہاں یہ رسائل یا ٹریکٹ نہ پہنچیں۔

یہ ایک بڑا کام ہے جس کا تہیہ ہم کرنا چاہتے ہیں لیکن اگر ہم اس منصوبے میں کامیاب ہو گئے تو ہم سمجھیں گے کہ ہم نے بہت کچھ کر لیا۔ اور چند روزہ زندگی سے ہم نے معتد بہ فائدہ اٹھا لیا۔

یہ ایک یقینی امر ہے کہ اگر ہم اسمیں کامیاب ہو گئے۔ تو قومی زندگی میں ایک عجیب و غریب برقی لہر دوڑتی نظر آئیگی۔

ہمارے ناظرین کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ وہ فرقے جنکی تحریک خفیہ ہی خفیہ کام کیا کرتی تھی۔ اور اس تحریک کو منظر عام میں لانا وہ اپنے مقاصد کے منافی سمجھتے تھے آخر وہ بھی اسی طریقہ پر کاربند ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں مثال کے طور پر آغاخانی فرقے کو لیجئے۔ ابھی تک یہ فرقہ اپنی تحریک اندر ہی اندر پھیلاتا تھا لیکن اب اس نے دعوت عام شروع کر دی ہے۔ چنانچہ اس فرقے کی طرف سے حال ہی میں ایک کتاب بزبان گجراتی شائع ہوئی ہے۔ جسمیں آغاخان کو امام وقت ثابت کرتے ہوئے شیعوں سے خاص طور پر

خطاب ہوا ہے۔ اور اصول کافی کی بعض احادیث متعلق بدا پر اعتراضات کئے گئے ہیں جس گروہ کو گمراہ کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے اسکی گمراہی کے لئے بہت کافی ہے اس قسم کی تمام چیزوں کو زیر نظر رکھنا اور ایسے مخاطبات کے تسلی بخش جواب دینا اس مشن کا فرض ہوگا۔

اس مثال سے ہمارا مطلب یہ تھا۔ کہ جب ایسے فرقے جنکی یہ تحریک کسی طرح بھی منظر عام میں آنیکی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ اس روشن زمانے میں کسی فانی اور خاطی انسان کو خدا مان کر سجدہ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس خیال کے لوگ بھی جرات و جسارت سے کام لیکر میدان میں اُترتے ہیں۔ پھر وہ طبقہ جو واقعاً حقیقت وحقیت کا حامل ہو وہ اگر دعوت عام کے میدان میں نہ آئے تو بڑے تعجب کی بات ہے۔

اس مقام پر ہمیں یہ بھی واضح کر دینا چاہیے۔ کہ حسینی مشن کا طرز عمل اور طریق کار جو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اسکی مثال انہی رسائل میں ملیگی جس کے عنوان بتائے جا چکے ہیں ہمارا کام تبلیغ حق ہے۔ اور تبلیغ حق کے لئے جو رستے خدا و رسولؐ نے تعلیم کئے ہیں وہ بھی ظاہر ہیں۔ ہمکو اپنے کام سے کام ہے۔ اور معترض کا جواب بھی معقولیت کیساتھ دیا جا سکتا ہے لیکن اگر کوئی شخص انکار کو اپنا شعار بنالے۔ تو اس کے پیچھے پڑنا تضیع اوقات ہے اور واعرض عن الجاھلین ہی ایسے موقعوں پر بہترین طریق عمل ہے۔ بس اسی آیت کا مفہوم مشن کے پیش نظر رہے گا۔

(۳) تمام ہندوستان کی عزاداری کی مفصل کیفیت اور حالات نیز جدید معجزات جو منسوبات حسینیہ سے صادر ہوتے رہتے ہیں۔ انکی اشاعت کرنا اس مشن کے فرائض میں داخل ہوگا۔

(۴) عزاداروں کی بدکیفیاتی۔ اور ایسے مقدمات کی پیروی اس کے ذمے ہوگی جو عزاداروں کو پریشان کرنے کے لئے کئے جاتے ہیں۔

(۵) حسینی مشن ہر مقام کی مکمل تاریخ یعنی شیعوں کی مردم شماری۔ وہانکی مساجد، امام باڑے۔ مذہبی تعلیم کے اسکول غرض جملہ حالات پر روشنی ڈالے گا اور اس طرح ہندوستان کی شیعہ آبادی کی مکمل تاریخ شائع کرنے کی کوشش کریگا۔

(۶) حسینی مشن ان مقامات پر جہاں شیعہ آبادی ہے اور وہاں دینیات کے مدرسے نہیں ہیں۔ ایسے مقامات پر دینیات کے ابتدائی مدرسے قائم کرنے کی کوشش کریگا جنہیں شیعہ بچوں کو قرآن مجید۔ اصول و فروع اور ضروری مسائل نماز و روزہ کی تعلیم دی جائے گی۔

(۷) جس مقام پر مذہبی ضرورت ہوگی وہاں کے لیے حسب الطلب علما و واعظین کی روانگی عمل میں آئے گی۔

(۸) حسینی مشن کل شعرا اور مداحان اہلبیت علیہم السلام کے حالات میں ایک یا زیادہ مبسوط کتابیں شائع کرے گا۔

واضح ہو کہ حسینی مشن کی اشاعت بلکہ یوں کہو کہ تبلیغ مذہب شیعہ میں شعرا و مداحین اہلبیت نے بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ اور اگر غور سے دیکھو تو یہ گروہ اس مشن کا رکن اعظم ہے۔ لہذا ان لوگوں کے حالات سے غافل رہنا شیعہ پبلک کے لئے ایک اخلاقی جرم ہوگا ان بزرگ واروں کے حالات کو زندہ رکھنے سے یہ تحریک سرسبز رہیگی۔ دوسروں میں اس کا شوق پیدا ہوگا۔ خصوصاً ایسے زمانے میں جبکہ اس طبقہ کے افراد کاملین اٹھتے جاتے ہیں۔ اس گروہ کی حوصلہ افزائی کرنا نہایت ضروری ہے۔

یہ ہیں وہ اغراض و مقاصد جو اس مشن کے پیش نظر ہیں۔ اور جن میں سے ہر مقصد بجائے خود ایک اہمیت رکھتا ہے۔

شیعہ پبلک سے سوال

ان اغراض ومقاصد کے پیش کر دینے کے بعد اب ہم شیعہ پبلک سے سوال کرتے ہیں کہ ہم نے جن عناوین کا خاکہ کھینچا ہے کسی قوم کی زندگی کے لئے ضروری ہیں یا نہیں؟ اسکا جواب ابھی ہیں تو مل نہیں سکتا۔ پس اندریں صورت یہ بھی دیکھ لینا چاہئے۔ کہ یہ کام کسی فرد واحد سے پورے نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان کا انصرام مجموعی حیثیت سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ ان امور کے لئے سب سے پہلے روپے کا سوال درپیش ہوتا ہے۔ اور یہی وہ سوال ہے جس کے حل کرنے کے لئے شیعہ پبلک کے دماغوں اور دماغوں کے ساتھ کیسوں کو بھی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔

جس قدر مادی تحریکات اس وقت جاری ہیں آپکو معلوم ہوگا کہ ان میں کس بے جگری کیساتھ روپے کی بارش ہو رہی ہے۔ امید موہوم پر لاکھوں لٹائے جا رہے ہیں۔ زیورات قربان ہو رہے ہیں۔ چک پھنکتے ہیں۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ گھر پھونک تماشہ دیکھنے کا اصول آج ہندوستان کے شرق و غرب اور جنوب و شمال میں نمایاں ہو رہا ہے۔

دیکھو حسینی مشن کے پاس یہ وعدہ نہیں ہے۔ کہ تمکو حکومت دلا دی جائیگی یہ دعوے نہیں ہے کہ تمہارے گھر زر و جواہرات سے بھر جائیں گے۔ یہ طفل تسلیاں نہیں ہیں کہ تمہارے دیوانخانے ایوانِ حکومت بن جائیں گے۔ وہ تم سے خون کے قطروں کا سوال نہیں کریگا وہ تمہارے سینوں کو برچھیوں اور سنگینوں کے لئے نہیں ابھار سکتا۔ بلکہ اسکے پاس صرف تمہاری حقیقی زندگی کا راز ہے۔ اگر اسے لینا چاہتے ہو۔ تو۔ اسے حاصل کرنے کے خواہاں ہو حاصل کرو۔ اس کے متمنی ہو تو ہاتھ بڑھاؤ۔ اور اسکی آرزو رکھتے ہو تو معمولی ابتلا و آزمائش کے میدان میں کھڑے ہو جاؤ۔

دنیا کا قول ہے کہ اہلِ مشرق اپنے مذہب کی بیحد عزت کرتے ہیں۔ اور اسکی حمایت کیلئے وہ جان و مال سے دریغ نہیں کرتے۔ ایک حد تک یہ قول صحیح ہے۔ لیکن کیا فرقۂ شیعہ کا شمار بھی ہم انہیں فرقوں میں کریں جبکو مذہب سے زیادہ کوئی شے عزیز نہیں۔ اس کے لئے ہمکو ذرا سکوت کرنا پڑے گا۔ تجربے کی ضرورت ہوگی اور آزمائش کے بعد البتہ بتایا جا سکیگا کہ یہ فرقہ اہلِ مشرق کی اس ممتاز خاصیت میں حصہ دار ہے یا نہیں۔

الغرض اسوقت ہمارے ابتلاء و امتحان کا وقت ہے۔ اور دیکھنا ہے کہ محبانِ حسینؑ کے ایثار کی داستانیں کس حد تک صحت و راستی سے ہمقرین ہیں۔ اور فرض شناسی کے لئے آمادگی کے جوہر ان میں کس حد تک پائے جاتے ہیں۔

ہندوستان کے شیعوں کی حالت اسوقت اس برگِ خزاں رسیدہ کی سی ہے جو درخت سے ٹوٹ کر صحرا پیمائی کر رہا ہو۔ اور ہوا کا جھونکا اسے جس طرف چاہے لے جائے۔ نہ آجتک انہوں نے اپنی قومی زندگی کا کوئی صحیح اصول قائم کیا۔ اور نہ یہ کسی مرکز پر جمع ہوئے۔ نہ یہ صلاحیت کار کے امتحان میں پورے اُترے۔ اور نہ انہوں نے کسی میدان میں اپنی ترقی کا ثبوت دیا۔ یہ ایک افسوسناک حالت ہے۔ عبرت انگیز واقعات ہیں۔ دلدوز داستان ہے اور خونچکاں حکایت ہے۔ خیر۔ ان زخموں کو چھیڑنے سے کیا مطلب۔ اگر کچھ نہیں کیا تو اب کرنا چاہیئے۔ وہ سکون جس کے ساتھ حرکت کی آمیزش ہو جائے۔ قابلِ افسوس نہیں رہتا ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ جمود و سکون و خموشی کا احساس کرتے ہوئے اب پوری تیزی کے ساتھ متحرک ہونا چاہئے۔ تاکہ تلافیٔ مافات کی شان بھی پیدا ہو سکے۔

اگر ہم سوال کریں۔ کہ شیعیت کے ثبوت میں ہمارے پاس کیا شے ہے؟ احساسِ ملی کا اظہار ہماری کونسی چیز سے ہوتا ہے۔ جذباتِ احیائے قوم کی نمود ہماری کونسی ادا سے ہو رہی ہے ان تمام سوالوں کا جواب اسوقت ہمارے پاس کیا ہے۔ کچھ نہیں۔ مگر حسینی مشن ان تمام سوالوں کا جواب ہے۔ اور اس تحریک کا ہمارے سامنے آکر پھر ناکام رہنا ہماری موت کی ایک عدیم النظیر

دلیل۔ ہمارا گروہ وہ گروہ ہے۔ جو ولی زمانہ کے ظہور کا منتظر ہے اور یہ انتظار اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ ہمارے پاس اس انتظار کی علامتیں کیا کیا ہیں۔ ہم نے اپنے آپ کو کیونکر اسکی خدمت بابرکت کے لئے آمادہ کیا ہے۔ ہماری اس تمنا میں صداقت کی جھلک کہاں تک ہے؟

کیا یہ امر واقعہ نہیں۔ کہ حسینی خون کے قطروں کے متعلق ولیٔ زمانہ کی پیشن آمد خاص رنگ میں ظاہر ہوگی۔ کیا یہ ولی زمانہ اور صاحب دہر کا ارشاد نہیں۔ لابکیّن علیک بدل الدموع دما۔ اے جدّ بزرگوار میں آپ پر آنسوؤں کے بدلے خون روتا ہوں۔ کیا یہ فقرہ دلالت نہیں کرتا۔ کہ مظہر ولایت مطلقۂ الٰہیہ کے قلب پر اس واقعہ کا کتنا گہرا اثر ہے۔ پس کیا حسینی مشن کا قیام اس بزرگوار کی خوشنودی کا سبب نہ ہوگا؟ کیا اس کی توجہات اس مشن کی ممد و معاون نہ ہوں گی ہم کیا اس مشن کی خدمت کرنے سے ہم یہ ظاہر نہیں کرسکتے۔ کہ ولی زمانہ کی خدمت میں سرخروئی حاصل کرنے کے سامان ہم پیدا کر رہے ہیں۔ ایمان سے بتاؤ کہ وہ شے جو حسینؑ کی راہ میں قربان کی جائے۔ تقرب الی اللہ کے حصول کا ذریعہ نہیں؟ کیا تقرب الٰہی ہماری زندگی کا مقصد نہیں؟ ہم سے اگر پوچھو تو تقرب حسینی ہی تقرب الٰہی کا مرادف ہے۔

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ محبت کی قربانگاہ میں کون کون نفوس سعیدہ سر بکف ہو کر نکلتے ہیں۔ حرم اخلاص کا طواف کرنے کے لئے کس کس طرف سے لبیک کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ منائے عشق کا میدان جو ہر وقت "قربانی" "قربانی" پکار رہا ہے کتنے مضطرب و مبقرار قلوب ہیں جن کی رگوں سے خون کے قطرے اچھلنے پر تیار ہیں۔ دیکھیں عقیدت۔ جوش ایمانی اور عشق حسینی کا براق کس کس کو اس مسجد اقصیٰ کی سیر کراتا ہے۔ دیکھیں مالی اور دماغی قربانی کے لئے کیونکر آمادگیاں کیجاتی

ہیں۔ دوستو! اس مقدس کام کے لئے ہم جہاں تک خیال کرتے ہیں۔ سردست دو قسم کے سرمایوں کی ضرورت ہے۔ ایک سرمایہ مستقل۔ جس کی تعداد کم از کم

ایک لاکھ روپیہ (۱۰۰۰۰۰)

ہوگی۔ یہ سرمایہ محفوظ ہوگا۔ جس کا منافعہ اس کام میں خرچ کیا جائے گا۔ دوسرے وہ سرمایہ جو حسینی مشن کے ممبر سہ ماہی یا سالانہ عطا کریں گے۔ اس کے متعلق سر دست اتنا کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کے شیعوں کو کم از کم دس ہزار ممبر حسینی مشن کے لئے دینے چاہئیں۔ جو ایک روپیہ سہ ماہی یا چار روپیہ سالانہ چندہ اس مشن کے لئے دے سکیں۔

جہاں تک ہم خیال کرتے ہیں یہ تعداد جو اوپر بیان کی گئی۔ ہندوستان کے شیعوں پر نظر ڈالتے ہوئے جن میں روسا و امراء والیان ریاست۔ ملازمین۔ تاجر۔ اہلِ حرفہ سب قسم کے حضرات موجود ہیں۔ ایک ایسی تعداد ہے جسے چند ماہ کے اندر پورا ہو جانا چاہئے۔ اس لئے کہ ہندوستان کا ہر فرد شیعہ اگر ایک ایک پیسہ ادا کرے تو لاکھوں روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔

اس میں بھی شک نہیں کہ قوم اس حقیر سی رقم کے دینے میں پس و پیش نہیں کر سکتی اور نہ یہ امر خیال میں آ سکتا ہے۔ کہ ہندوستان کے شیعوں میں سے دس ہزار بھی ایسے نہیں نکل سکتے۔ جو حسینی بارگاہ میں چار روپیہ سالانہ پیش کرنے سے دریغ کریں مگر ہاں اس امر کی ضرورت ہے۔ کہ جگانے والے پیدا ہوں۔ اور ہر ضلع میں ایسے محبان حسینؑ مل جائیں۔ جو اپنے اپنے ضلع میں اس تحریک کو سرسبز کر کے سعادتِ ابدی حاصل کر لیں۔ اور اس طرح سے اس مقدس مشن کی حیات کی رگوں کا جال تمام ہندوستان

میں پھیل جائے۔

میرے دوستو! جہاں دنیا کے اور کاروبار کے لئے دن رات کے چوبیس گھنٹے بسر کرتے ہو! انہیں میں سے اگر ایک آدھ گھنٹہ یومیہ حسینی مشن کے کاروبار کے لئے نکال لو تو کچھ زیادہ بار نہیں۔ اور تمام ضروریات پر خرچ کرتے ہوئے اگر چند پیسوں کا سہرا بارگاہِ شہید اعظم میں پیش کر دو گے۔ تو گرانباری کا خوف دامنگیر نہیں ہو سکتا۔ والسلام ؎

نکلا ہے کوئی اہلِ وفا کی تلاش میں
دیکھیں سرِ نیاز کدھر ہیں جھکے ہوئے

کتبہ سگِ درِ بارِ حسین ابن علی میرزا اشرف علی
کاشمیری۔ لاہوری۔ موچی دروازہ کوچہ شیعیان
حال مقیم مطبع نامی اثنا عشری دہلی

سنہ ۱۳۴۱ھ